

کرشن چندر 26 نومبر 1913ء کو بھرت پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام گوری شکر تھا جو پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھے اور ریاست کشمیر میں سرکاری ڈاکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ والدہ امردیوی ایک مذہبی خاتون تھیں۔ جب کہ والد بڑے ہی روشن خیال تھے۔ کرشن چندر نے والد کی فطرت و طبیعت کا رنگ قبول کیا۔ انہوں نے لاہور میں تعلیم حاصل کی اور 1934ء میں انگریزی میں ایم۔ اے نیز 1937ء میں ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کی لیکن وکالت کو پیشہ نہیں بنایا۔ بلکہ ریڈ یو اسٹیشن کی ملازمت اختیار کر لی اور اس سے بھی 1942ء میں استغفار دے دیا۔ اور اس کے بعد فلم لائن سے وابستہ ہو گئے۔ افسانے اور ناول بھی لکھتے رہے اور ایک بھرپور ادبی زندگی گزار کر بمبئی میں ہی 8 مارچ 1977ء کو انتقال کیا۔ کرشن چندر کی شادی 1939ء میں شریعتی و دیاوتی سے ہوئی لیکن یہ ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں گزری اور بعد میں وہ اس دور کی ایک اہم افسانہ نگار سلمی صدیقی کے ساتھ رہنے لگے اور کہتے ہیں کہ ان سے شادی بھی کر لی۔ دیاوتی سے کرشن چندر کے بیہاں تین اولادیں ہوئیں۔ دو لڑکیاں الکا اور کپلا اور ایک لڑکا رنجن۔ سلمی صدیقی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

کرشن چندر نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز دسویں جماعت سے کیا اور ایک مزاحیہ تحریر پروفیسر بلکی لکھی۔ اس کے بعد افغان لکھنے شروع کیے۔ پہلا افسانہ ”ریقان“ کے عنوان سے لکھا۔ ابتدائی افسانے ہمایوں، ادب لطیف اور ادبی دنیا جیسے رسائل میں شائع ہوئے۔ کرشن چندر کا پہلا افسانوی مجموعہ طسم خیال 1939ء میں شائع ہوا۔ ان کا پہلا ناول شکست 1942ء میں منظر عام پر آیا۔ کرشن چندر ایک زود نویں تخلیق کا رہتے۔ انہوں نے تقریباً 47 ناول لکھے اور ان کے افسانوں کے 31 مجموعے شائع ہوئے اس کے علاوہ ڈراموں کے 7 مجموعے اور 2 رپورتاژ بھی شائع ہوئے۔ ان کی آخری تحریر افسانہ پاگل پاگل ہے جو فروری 1977ء کے ماہنامہ شمع دہلی میں شائع ہوا۔

کرشن چندر کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا۔ ان میں سوویٹ لینڈ نہر و ایوارڈ اور پدم بھوشن بھی شامل ہیں۔ کرشن چندر نظریاتی اعتبار سے اشتراکی تھے اور تاریخ انجمن ترقی پسند مصنفوں سے وابستہ رہے۔

کرشن چندر نے افسانہ نگاری کی ابتداء رومانی طرز کے افسانوں سے کی۔ ان کے ابتدائی افسانے جہلم میں ناؤ پر لاہور سے بہرام گله تک اور آنگی وغیرہ ہیں۔ ان افسانوں میں ذہن و دل کو سرشار کر دینے والی رومانیت اور زگا ہوں کو مسحور کر لینے والے کشمیر کے حسین مناظر کی تصویریں ملتی ہیں۔ کہانی کا ہیر و خوابوں کی دنیا میں کھویا رہنے والا نوجوان ہوتا ہے اور گاؤں کی الہڑ دو شیزادیں اس کی

گاہوں کا مرکز جو ان اجنبی پر دیسیوں پر بہت جلد بھروسہ کر لیتی ہیں۔ ان افسانوں میں بھی وہ سماجی حقیقت نگاری سے کام لیتے ہیں اور کشمیر کے حسن کے ساتھ ساتھ وہاں کی غربت کی تصویریں بھی پیش کرتے ہیں۔

کرشن چندر کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ نظارے 1940ء میں منظر عام پر آیا۔ اس مجموعے کے افسانوں سے انہوں نے رومانیت سے حقیقت نگاری کی جانب سفر شروع کیا۔ دوفرلانگ لمبی سڑک اس مجموعے کا سب سے اہم افسانہ ہے۔ یہ افسانہ علماتی نوعیت کا ہے۔ سڑک کو علامت بنا کر انہوں نے معاشرے میں پائی جانے والی غربت اور سماجی نابرابری پر زبردست طنز کیا ہے۔ اسی مجموعے میں بے رنگ و بوجیسا بغیر پلاٹ کا افسانہ بھی ہے۔ کرشن چندر کی نثر کے بارے میں سبھی ناقیدین کی رائے ہے کہ جس قدر شعریت ان کی نثر میں پائی جاتی ہے اور اسلوب اظہار میں جور و انی ہے وہ کسی اور افسانہ نگار کے یہاں نہیں ملتی۔ ان کے تقریباً سبھی افسانے اعلیٰ درجہ کی شعریت سے مملو رواں نثر کے حامل ہیں۔ کرشن چندر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خارجی عوامل کی پیش کش میں سارا زور قلم صرف کر دیا کرتے تھے اور فرد کی باطنی و نفسی کیفیت پر ان کی نظر کم جاتی تھی۔ لیکن یہ اعتراض ان کے سبھی افسانوں پر نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے اگر دوفرلانگ لمبی سڑک اور گرجن کی ایک شام یا زندگی کے موڑ پر جیسے خارجی ماحول کی عکاسی کرنے والے افسانے لکھے ہیں تو تائی ایسری، ویکسی نیڑر، سفید پھول اور کالوبھنگی جیسے افسانے بھی لکھے ہیں جن میں اجتماعیت کی جگہ انفرادیت اور سماجی و معاشرتی مسائل کی بجائے شخصی و داخلی مسائل کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ آخری دور کے افسانوں میں طنز کا عنصر غالب ہے۔ اور اسلوب اظہار میں بلا کی نشریت پائی جاتی ہے۔ انداز بیان اس قدر راست ہے کہ یہ افسانے صحافتی تحریروں جیسے لگتے ہیں۔ لیکن زبان کا جادو اور شاعرانہ و خلاقانہ نثر آج بھی انہیں اردو کے اہم افسانہ نگاروں کی صفت میں لے آتی ہے۔

کالوبھنگی کرشن چندر کا بے حد اہم افسانہ ہے۔ یہ افسانہ ایک ایسے کردار کی کہانی ہے جو سماج کے انتہائی پسماندہ طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور بینادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے۔ اسے صرف آٹھ روپے تھواہ ملتی ہے۔ اس نے کبھی مکنی کے پرائی نہیں کھائے۔ اس نے شادی بھی نہیں کی کیونکہ اس علاقے میں کوئی بھنگن نہیں ہے۔ وہ ہسپتال کے مریضوں کی تیاداری کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی گائے اور کپاؤ نذر کی بکری چراتا ہے اور بالآخر ایک دن کچھ عرصے بیمارہ کر مر جاتا ہے۔ اس کے مر نے کاسکی کغم نہیں ہوتا۔ لوگوں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا ہاں گائے اور بکری اس کی یاد میں چلاتی رہتی ہیں اور دو روز تک کچھ نہیں کھاتی ہیں۔ کرشن چندر اس کردار میں کوئی ایسی دلکشی نہیں پاتے کہ جو افسانے کا موضوع بن سکے وہ چپر اسی بختری اور کپاؤ نذر خلنجی کی زندگیوں سے ایسے واقعات منتخب کرتے ہیں جن پر افسانہ لکھا جاسکتا ہے۔ آخر میں افسانہ نگار کالوبھنگی کے کرب تک پہنچ جاتا ہے اور وہ کہانی بیان کرتا ہے جو ہو سکتی تھی لیکن نہیں ہو سکی اور اس کا ہونا تب تک ممکن نہیں جب تک ذات پات اور اونچ تیج کی بینادوں پر سماج میں انسانوں کی تقسیم کی جاتی رہے گی۔ کرشن چندر کا یہ افسانہ غیر مربوط پلاٹ کا حامل ہے۔ انہوں نے فلاں بیک کی بھنگی کو بروئے کار لاتے ہوئے اور راوی اور مرکزی کردار کی ہم کلامی سے افسانے کا پلاٹ تیار کیا ہے۔ کالوبھنگی کا کردار پورے افسانے پر چھایا ہوا ہے۔ کرشن چندر نے کردار نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہ طنزیہ اسلوب بیان سے افسانے کی فضاسازی کا کام لیتے ہیں۔ افسانہ نگار کالوبھنگی سے پیزارہے مگر اس

بیزاری کی تہہ میں جو ہمدردی ہے وہ قاری کو افسانے کے اختتام پر یہ احساس دلا جاتی ہے کہ سماجی تفریق پر مبنی اس غیر منصفانہ معاشرے کا خاتمہ ہونا چاہیے تاکہ کالو بھنگی جیسے لوگ بھی دوسرے انسانوں کی طرح زندگی گزار سکیں۔